

Anayetullah Ansari

Assistant Professor Department of URDU

RBGR Collage Maharajganj SIWAN Bihar

Contact No. 9031431678 / 6201471567

Email : anayetullahansari@rediffmail.com

“Iqbal ki Nazamgoi”

BA URDU (Hons) Part-II (Paper-IV)

“اقبال کی نظم گوئی”

زبان اُردو کی خوش اقبالی دیکھئے کہ اُسے اقبال سا شاعر نصیب ہوا جس کے کلام کا سکھ ہندوستان بھر کی اُردو داں دنیا کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے اور جس کی شہرت روم و ایران بلکہ فرنگستان تک پہنچ گئی ہے۔ موزوں الفاظ کا ایک دریا بہتا یا ایک چشمہ اُبلتا معلوم ہوتا تھا۔ ایک خاص کیفیت رقت کی عموماً ان پر طاری ہوتی تھی۔ اپنے اشعار سُرِ ملی آواز میں ترم سے پڑھتے تھے خود وجد کرتے اور دوسروں کو وجد میں لاتے تھے۔ یہ عجیب خصوصیت ہے کہ حافظہ ایسا پایا ہے کہ جتنے شعر اس طرح زبان سے نکلیں اگر وہ ایک مسلسل نظم کے ہوں تو سب کے سب دوسرے وقت اور

دوسرے دن اسی ترتیب سے حافظہ میں محفوظ ہوتے ہیں جس ترتیب سے وہ کہے گئے تھے اور درمیان میں خود وہ انہیں قلمبند بھی نہیں کرتے۔ اقبال کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ بایں ہمہ موزونی طبع وہ حسب فرمائش شعر کہنے سے قاصر ہے۔ جب طبیعت خود مائل نظم ہو تو جتنے شعر چاہیں کہہ دیں مگر یہ کہ ہر وقت اور ہر موقع پر حسب فرمائش وہ کچھ لکھ سکیں یہ قریب قریب ناممکن ہے۔ اسی لئے جب ان کا نام نکلا اور فرمائشوں کی بھرمار ہوئی تو انہیں اکثر فرمائشوں کی تعمیل سے انکار ہی کرنا پڑا۔ اسی طرح انجمنوں اور مجالس کو بھی وہ عموماً جواب ہی دیتے رہے۔ فقط لاہور کی انجمن حمایت اسلام کو بعض وجوہ کے سبب یہ موقع ملا کہ اس کے سالانہ جلسوں میں کئی سال متواتر اقبال نے اپنی نظم سنائی جو خاص اسی جلسہ کے لئے لکھی جاتی تھی اور جس کی فکر وہ پہلے سے کرتے رہتے تھے۔

اول اول جو نظمیں جلسہ عام میں پڑھی جاتی تھیں، تحت اللفظ پڑھی جاتی تھیں اور اس طرز میں بھی ایک لطف تھا مگر بعض دوستوں نے ایک مرتبہ جلسہ عام میں اقبال سے یہ اصرار کیا کہ وہ نظم ترنم سے پڑھیں۔ ان کی آواز قدرتا بلند اور خوش الحان تھی، طرز ترنم سے بھی خاصہ واقف تھے، جب نظم پڑھی تو ایسا سماں بندھا کہ سکوت کا عالم چھا گیا اور لوگ جھومنے لگے۔ اس کے دو نتیجے ہوئے، ایک تو یہ کہ ان کے لئے تحت اللفظ پڑھنا مشکل ہو گیا۔ جب بھی پڑھیں، لوگ اصرار کرتے کہ لے سے پڑھا جائے اور دوسرا یہ کہ پہلے تو خواص ہی ان کے کلام کے قدردان تھے اور اس کو سمجھ سکتے تھے، اس کشش کے سبب عوام بھی کھینچ آئے۔ لاہور میں جلسہ حمایت اسلام میں جب اقبال کی نظم پڑھی جاتی تو دس دس ہزار آدمی ایک وقت میں جمع ہوتے اور جب تک نظم پڑھی جائے لوگ دم بخود بیٹھے رہتے۔ جو سمجھتے وہ بھی محو اور جو نہیں سمجھتے وہ بھی محو رہتے تھے۔

1905ء سے 1908ء تک اقبال کی شاعری کا ایک دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جو انہوں نے یورپ میں بسر کیا۔ گو وہاں انہیں شاعری کے لئے نسبتاً کم وقت ملا اور ان نظموں کی تعداد جو وہاں کے قیام میں لکھ گئی، تھوڑی ہے مگر ان میں ایک خاص رنگ وہاں کے مشاہدات کا نظر آتا ہے۔ اس زمانے میں دو بڑے تغیرات ان کے خیالات میں آئے۔

اقبال کا اردو کلام جو وقتاً فوقتاً 1901ء سے لے کر آج تک رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوا اور انجمنوں میں پڑھا گیا اس کے مجموعے کی اشاعت کے بہت کم لوگ خواہاں تھے مگر بعد میں جب یہ تمام مواد شائع ہوا تو یہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ اردو میں آج تک کوئی ایسی کتاب اشعار کی موجود نہیں ہے جس میں خیالات کی یہ فراوانی ہو، اس قدر مطالب و معانی یکجا ہوں اور کیوں نہ ہو، ایک صدی کے چہارم حصے کے مطالعے اور تجربے اور مشاہدے کا نچوڑ اور سیر و سیاحت کا نتیجہ ہے۔ بعض نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک مصرعہ ایسا ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے۔

نظم نگاری:

اقبال نے جلد ہی جان لیا تھا کہ روایتی قسم کی غزل گوئی ان کے مزاج اور طبیعت سے مناسبت نہیں رہتی۔ اسے ایک وسیع میدان کی ضرورت ہے لہذا انہوں نے اپنی توجہ نظم کی طرف

کی۔ ”ہمالہ“ جیسی نظم سے بسمہ اللہ کی جیسے فوری قبول عام کی سند حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد مشہور زمانہ نظمیں ”نالہ یتیم“ ہلال عمید سے خطاب“ اور ”ابر گہر بار“ کے عنوان سے انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں پڑھی۔ ”ہمالہ“ اور ”ایک آرزو“ نظمیں مناظر فطرت کے ساتھ ان کی وابستگی کو ظاہر کرتی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان مناظر کی مکمل اور جاندار تصویر کشی کا ملکہ انہیں قدرت کی جانب سے خاص طور پر ودیعت ہوا ہے۔

مغربی ادب کے اثرات:

اقبال نے بہت سی انگریزی نظموں کے خوبصورت ترجمے کئے ہیں۔ ”پیام صبح“ ”عشق اور موت“ اور ”رخصت اے بزم جہاں“ تراجم کی واضح مثالیں ہیں۔ بچوں کی نظموں کے حوالہ سے ”مکڑا اور مکھی“ ایک پہاڑ اور گلہری“ ”ایک گائے اور بکری“ بچے کی دعا ماں کا خواب“ ہمدردی“ وغیرہ نظمیں مغربی شعرا کے کلام سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً گوئے“ نینی سن اور ایمرن وغیرہ کے کلام سے ماخوذ ہے۔ انکے علاوہ صوت و آہنگ اور ہیئت کے کچھ تجربے کئے جو کہ مغربی شاعری کے زیر اثر تھے۔

تصوف کے اثرات:

اقبال کی ابتدائی شاعری پر ایران کے صوفیانہ تصورات کا اثر بھی ملتا ہے۔ فارسی کا پورا سرمایہ ان کی نظموں کے سامنے تھا۔ اس دور کی شاعری میں صوفیانہ تصورات اگرچہ بالکل ابتدائی اور خام شکل میں ملتے ہیں جو کہ شعوری طور پر اثر تھا۔ تصوف کے منفی تصورات کو بعد میں انہوں نے ذہن سے نکال لیا تھا۔ بقول عبدالسلام ندوی:

”ان کی اس دور کی نظموں میں بعض ایسے اشعار بھی موجود ہیں جو ان

کے فلسفہ خودی کے مخالف ہیں۔ مثلاً:

زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ
خواب ہے غفلت ہے سرمستی ہے بے ہوشی ہے یہ
میری ہستی ہی جو تھی میری نظر کا پردہ
اُٹھ گیا بزم سے میں پردہ محفل ہو کر

فلسفہ خودی:

اقبال کے ابتدائی دور کی بہت سی نظموں میں فلسفہ خودی کے کئی عناصر اپنی ابتدائی اور خام شکل میں موجود ہیں جو آگے چل کر اپنی صورت واضح کرتے گئے اور اس کے نظام فکر میں بنیادی حیثیت اختیار کر کے فلسفہ خودی قرار پائے اس فلسفہ کے وہ منتشر عناصر جس کو ابتدائی شکل میں اس کی ابتدائی دور کی شاعری میں دیکھا جاسکتا ہے۔

i- خود شناسی اور انسان کی فضیلت ”انسان اور بزم قدرت“ نظم میں ابتدائی صورت کی شکل

میں ہیں۔

ii- خودی کا دوسرا عنصر عشق ”عقل و دل“ نظم میں موجود ہے۔ فوقیت ”دل“ کو ہی ہے۔

عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے
 آئی تھی گوہ سے صدا راز حیات ہے سکون
 کہتا تھا دور ناتواں لطف خرام اور ہے
 چلنے والے نکل گئے ہیں
 جو ٹھہرے ذرا چل گئے ہیں

یورپی تہذیب سے بیزاری:

اقبال یورپ کی ترقی سے متاثر ضرور ہوئے مگر یورپی تہذیب سے بیزار بھی ہوئے۔ انہوں نے اچھی باتوں کو اپنایا اور بری باتوں سے بیزاری کا اظہار کیا۔

دیار مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکان نہیں ہے
 کھراجے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہو گا
 تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
 جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

اسلامی شاعری:

علامہ اقبال دوسرے دور میں اسلامی نظریہ فکر کی جانب راغب ہوئے اور ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ مغرب کی تقلید کی بجائے قوم کی نجات اسلامی تہذیب اختیار کرنے میں ہے۔ اسی تغیر فکر نے ان کے اندر ملت اسلامیہ کی خدمت کا جذبہ بیدار کیا۔ وہ شیخ عبدالقادر کے نام لکھتے ہیں:

اٹھ کم ظلمت ہوئی پیدا افق خاور پر
 بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں
 شمع کی طرح جبیں بزم کہ عالم میں
 خود جلیں دیدہ اغیار کو بیٹا کر دیں
 اسلامی قومیت کا یہ جذبہ تھا جس نے ان کے تصور وطنیت کو بھی تبدیل کر دیا۔
 نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
 بناء ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے
